66960

صدائے عارف

مصنفہ

حضرت مولانا ابوالوفا عارف شاہجہانپوری

مرتبہ

ساجد صدیقی لکھنوی - وائی آسی

یکے از مطبوعات مکتبۂ دین و ادب کچا احاطہ لکھنؤ

پہلی بار ایکہزار

قیمت ٦٠ پیسے

اِنتساب

حضرت کعب بن زہیرؓ کے نام

ابوالوفاء عارف شاہجہانپوری

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولِ الکریم

عالم باعمل الحاج حضرت مولانا ابوالوفا صاحب عارف شاہجہانپوری دامت برکاتہم کی ذات گرامی ہندوستان اور پاکستان والوں کیلئے محتاج تعارف نہیں اور نہ میرا یہ مقصد ہے کہ میں ان کا تعارف کراؤں ہاں یہ کہتے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ جس طرح بیان سیرت میں حضرت مولانا کو ید طولیٰ حاصل ہے اسی طرح ان کی اِن چند منتخب نظموں میں بھی آپ کو تمام تر شعری کیفیات و تاثرات ملیں گے، ان نعتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، ان کا پیغام امن و آشتی اخوت و مساوات، بلند حوصلگی، کسر نفسی، فراخ دلی اور عالی ظرفی بھی ملے گا، حقیقی عشق و محبت کے جلوے بھی نظر آئیں گے پرنور ماضی بھی ملے گا تابناک مستقبل بھی ملے گا اور ساتھ ہی ساتھ ان نعتوں میں نغمگی اور ترنم بھی ملے گا، انداز بیان کا والہانہ پن بھی ملے گا مترنم بحریں بھی ملیں گی اور شگفتگی و تازگی بھی ملے گی۔

اس سے زیادہ کچھ کہنے کی میں اپنے میں جرأت نہیں پاتا ہوں اور نہ اس کی ضرورت ہی محسوس کرتا ہوں، ہاں قارئین کرام، بزرگوں اور دوستوں سے اس بات کی خواہش کا اظہار کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتا کہ دعاؤں میں مجھ احقر کو نظر انداز نہ فرمائیں کیونکہ اور بزرگوں اور دوستوں کی خواہش کے پیش نظر میں نے یہ مجموعہ ترتیب دیا ہے۔

محتاج دعا ساجد صدیقی لکھنوی

سراجاً منیرا

گل و لالہ و سبزہ زاروں میں چمکے　　عرب کی عجم کی بہاروں میں چمکے
یہ کیا کہیے وہ کن دیاروں میں چمکے　　زمیں ہی نہیں چاند تاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

رخِ پاک سورج سے تابندہ تر ہے　　نشانِ کفِ پا بھی رشکِ قمر ہے
زمیں پر کبھی جلوہ وہ عرش پر ہے　　وہاں نور کے پاک دھاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

وہ جس کی زباں پہ خدا خود ہی بولے　　جلالت کو کیا اس کی انسان تولے
زباں جب وہ حمدِ الٰہی میں کھولے　　تو سرِ حقیقت نظاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

انھیں کون سمجھا ہے جبریلؑ یا ہم　　دو عالم سے بالا خدا ہی سے بس کم
وہ اُمّی ہیں کونین میں سب سے اعلم　　خدا کے بتائے اشاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

سبھی انبیاءؑ تھے انھیں کے پیامی | وہ جن ختم نبوت کے بدر تمامی
سراجاً منیراً ہے شانِ گرامی | سمائے رسالت کے تاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

وہاں لب کشا کیا ہو عارف کا عرفاں | جہاں سر خمیدہ ہیں صدیقؓ و حساںؓ
کمالات اُن کے بصد عزت و شاں | کلام الٰہی کے پاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

دامانِ رحمت

اٹھالیں دوش پر کملی تو رحمت کی گھٹا چھائے
تبسم ریزیوں پر ان کی قدرت نور برسائے

نقابِ رُخ جو سرکا دیں بہاروں پہ بہار آئے
الجھ جائیں جو گیسو تو زمانہ بھی الجھ جائے

نگاہِ لطف فرمادیں تو یہ دنیا بدل جائے
گلستاں کا ہر اک کانٹا گل تر بنکے کھل جائے

ندامت کی نگاہیں حشر میں اُٹھ اُٹھ کے کہتی ہیں
وہ آئے شافعِ محشر شفاعت کے لئے آئے

ترانہ نعت کا گانے لگیں گے سازِ دل پہ سب
سرِ محشر جو آئیں گے لوائے حمد لہرائے

محبت اتّباعِ سنتِ خیر الورٰی ہی ہے
ہوس رانوں کو یا رب یہ حقیقت کون سمجھائے

تمنّا ہے سرِ محشر وہ عارف اتنا فرما دیں
یہ میرا ہے مرے ہی دامنِ رحمت میں چھپ جائے

آج بھی

ہے فضا طیبہ کی کتنی روح پرور آج بھی
اٹھتی ہے ہر ہر گھٹا میخانہ در بر آج بھی

سرزمینِ طیبہ ہے گلشن سے خوشتر آج بھی
جس کا ہر ذرہ ہے رشکِ مہرِ انور آج بھی

ہیں جہاں پر مہرباں ساقیٔ محشر آج بھی
لٹ رہا ہے بادۂ تسنیم و کوثر آج بھی

چلتی ہے بادِ صبا مدہوش سی مستانہ وار
بادۂ طیبہ کو پی کے ہوش کھو کر آج بھی

ان کے پائے ناز سے ہے زینتِ عرشِ بریں
حضرتِ روح الامینؑ ہیں در کے چاکر آج بھی

وادیٔ سینا کی مشعل مدتوں سے ہے خموش
مہرِ فاراں ہے جہاں پر نور گستر آج بھی

گنبدِ خضرا تعالیٰ اللہ تیری رفعتیں
عرشِ اعظم سے ہے خاکِ لحد بڑھ کر آج بھی

نعت ہی کا ہے ترانہ پی کہاں کے سوز میں
گاتی ہے نعتِ نبیؐ بلبل چہک کر آج بھی

لے رہا ہے چاند انکے رخ سے اپنی روشنی
کر رہا ہے آسماں تارے نچھاور آج بھی

اُس درِ اقدس پہ عارفؔ جھکنے لگتی ہے جبیں
بیخودیٔ شوق میں اکثر بہک کر آج بھی

مرضیٔ مصطفےٰ

جسے رفعتیں بھی نہ پا سکیں وہ نبیؐ کی رفعتِ تام ہے
جو زوال سے نہیں آشنا وہ انھیں کا بدرِ تمام ہے

جو ہے رمز رازِ حیات کا جو ہے نغمہ سازِ حیات کا
وہ نبیٔ حق پہ درود ہے وہ حبیبِ حق پہ سلام ہے

ہے قیام حکم وہ دیں مگر ہے قعود ان کی جو ہو رضا
بجز ان کی مرضیٔ پاک کے نہ قعود ہے نہ قیام ہے

بخدا ہے مرضیٔ مصطفےٰ جسے حق کہے ہے مری رضا
جسے وحیٔ حق کہے خود خدا وہ انھیں کا پاک کلام ہے

وہ حبیبِ خالقِ دو جہاں وہی کہنہ محفلِ کن فکاں
وہ نبیٔ حق وہ رسولؐ ہے وہی انبیاء کا امام ہے

جو نگاہِ لطف و کرم اٹھے تو خزاں بھی موسمِ گل بنی
جو نظر پھرے تو یہ فصلِ گل بھی خزاں کا ایک پیام ہے

بخدا خدا تو نہیں ہیں وہ مگر اتنے حق سے قریں ہیں وہ
جہاں شاہِ ہم بھی نہ پہنچ سکے وہ بلند ان کا مقام ہے

کہیں حشر میں شہِ انبیاء کہ کدھر ہے عارفِ روسیہ
اسے لاؤ دامنِ عفو میں وہ ازل سے میرا غلام ہے

مشعلِ راہِ ہدیٰ

شاہکارِ دستِ قدرت ہے جمالِ مصطفےٰ
چشمِ گردوں نے نہیں دیکھی مثالِ مصطفےٰ

اے تعالیٰ اللہ یہ جاہ و جلالِ مصطفےٰ
عرشِ اعظم بھی ہے فرشِ پائمالِ مصطفےٰ

مشعلِ راہِ ہدیٰ اصحابؓ و آلِ مصطفےٰ
وہ ہیں بدرِ مصطفےٰ یہ ہیں ہلالِ مصطفےٰ

اے تعالیٰ اللہ شبِ اسریٰ کی وہ تابانیاں
قلبِ شب میں جلوہ گر بدرِ کمالِ مصطفےٰ

جس کے جود و لطف سے ہیں دونوں عالم فیضیاب
وہ سحابِ نور ہے ابرِ نوالِ مصطفےٰ

مرضیٔ پاکِ نبیؐ ہے مرضیٔ ربِ العلا
وحیٔ حق ہے بالیقیں ہر قیل و قالِ مصطفےٰ

دل کا گوشہ گوشہ عارف بن گیا صد رشکِ طور
بجلیاں بھرتا گیا دل میں خیالِ مصطفےٰ

نورِ کبریا

مسجد حرام پنجشنبہ ۱۱ر اپریل ۱۹۶۲ء ۷ر ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ

یہ بندہ اور حریم کبریا ہے — مرے مولیٰ یہ تیری ہی عطا ہے

یہاں بارانِ نورِ کبریا ہے — غلافِ کعبہ رحمت کی گھٹا ہے

حجر اسود ہو یا رکنِ یمانی — کسی کے حسن کی یہ بھی ادا ہے

حطیم پاک کے جلوے نرالے — جہاں بے پردہ رحمت کی ادا ہے

خدا شاہد یہ ہے میخانۂ نور — مئے زمزم ہے ساقی خود خدا ہے

کوئی گریاں لپٹ کر ملتزم سے — کوئی چوکھٹ پکڑ کر رو رہا ہے

جسے کہتے ہیں سب میزابِ رحمت — سکونِ دل ہے دارروئے شفا ہے

خلیلِ حق کا نقشِ پا ہے جبیں جا — مصلّیٰ وہ بحکمِ کبریا ہے

زبانیں نغمۂ لبیک سے تر — دلوں میں جلوۂ وحدت بسا ہے

کفن بردوش حجّاجِ گرامی — خرد گم ہے جنوں خود رہنما ہے

ترا در ہے گنہ بردوش عارف
ترِی رحمت کا مولیٰ آسرا ہے

صبحِ طیبہ

وہ کعبہ سے گھٹا اٹھی مدینے میں بہار آئی — اتر کر آسماں سے رحمتِ پروردگار آئی
بہار آئی مچلتی جھومتی مستانہ وار آئی — مبارک فصلِ گل بادِ صبا گھر گھر پکار آئی
شبِ مہتاب ہے دلکش وہ منظر سبز گنبد کا — حریمِ قدس سے جیسے عروسِ نو بہار آئی
وہ دلکش صبحِ طیبہ و قبا کا وہ حسیں منظر — کہ جنت جھوم کر جیسے قطار اندر قطار آئی
وہیں تسکینِ خاطر کو شفاعت انکی آ پہنچی — کبھی دل میں جو فکرِ پرسشِ روزِ شمار آئی
تپش سے صبحِ محشر کی شفاعت کہہ رہی ہوگی — وہ دیکھو سایہ افگن رحمتِ پروردگار آئی
جہاں میں اس انوکھی شان سے ابرِ کرم برسا — خزاں کا ذکر ہی کیا ہے بہاروں پہ بہار آئی
مسلماں نے جو چھوڑا نقشِ پائے زندگی انکا — بدلنے رنگِ فطرت گردشِ لیل و نہار آئی
صحابہ رض نے بہا کر خون ایسی آبیاری کی — کہ جس سے گلشنِ ملت میں لافانی بہار آئی

کہاں تھی شکلِ عارف پرسشِ عصیاں سے بچنے کی
سرِ محشر ہمارے کام مدحِ چار یار رض آئی

محبوبِ یزداں

کس کی ذاتِ پاک نے جگ میں چراغاں کر دیا
ذرّوں کو خورشید تاروں کو درخشاں کر دیا

ایسے نقشِ پا مبارک ایسے قدموں کے نثار
خارزاروں کو جنھوں نے گل بداماں کر دیا

آنکھ انگاروں پہ ڈالی غیرتِ گلشن بنے
پھیر کر نظریں چمن کو آتش افشاں کر دیا

چاندنی کو دیکھتے ہیں چاند کو بھی دیکھتے
کیوں تجلی کو نقابِ روئے تاباں کر دیا

روئے انور جو کہ ہے آئینۂ حسنِ ازل
حسن وہ جس نے انھیں محبوبِ یزداں کر دیا

حق نے جس سانچے میں ڈھالا تھا جمالِ لازوال
توڑ کر اس کو انھیں یکتائے دوراں کر دیا

رحمتِ عالم ہے بشرِ مثلکم کے راز کو
ایکم مثلی کے آئینے میں عریاں کر دیا

بحرِ رحمت میں ملا کر اشک طوفاں آفریں
حشر میں بخشائشِ امت کا ساماں کر دیا

عارفِ گمنام کی محفل میں کچھ پرسش نہ تھی
اس کے صدقے جس کی نسبت نے نمایاں کر دیا

روئے پیمبر

گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں لطف و کرم برسے
یہ عالم ہے کہ خارِ طیبہ خوشتر ہیں گل تر سے

یہ کس نے سازِ دل پر نغمۂ نعتِ نبی چھیڑا
صدائیں مرحبا کی آ رہی ہیں ہفتِ کشور سے

زمینِ پاکِ مرقد کی بلندی اسے تعالیٰ اللہ
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرشِ بریں ترسے

خوشا صدق و جلال و حلم و تقویٰ شاہِ والا کا
کوئی پوچھے ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سے

یہ ناممکن ہے مرجھائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اٹھی اللہ کے گھر سے

ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تابانی
کلس سے کچھ اڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبرؐ سے

غسالہ سیدِ کونینؐ کا میری نگاہوں میں
ہزاروں درجہ بہتر قطرۂ تسنیم کوثر سے

یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر
زمیں گیا آسماں تک گونج اٹھا اللہ اکبر سے

وہ کیونکر قصرِ جنت کی طرف ہو ملتفت عارفؔ
جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

غلام سرورؐ عالم

زمیں طیبہ کے ذرات سارے جگمگاتے ہیں
شبِ تاریک میں جس طرح تارے جگمگاتے ہیں

تعالی اللہ تیری عظمتیں اے گنبدِ خضرا
ترے دامن میں ایمان کے شرارے جگمگاتے ہیں

شبِ تاریک میں مینارِ مسجد کی ضیا باری
زمیں پر عرشِ اعظم کے منارے جگمگاتے ہیں

ملی ہے روشنی سورج کو ان کے روئے روشن سے
انھیں کی خاکِ پا سے چاند تارے جگمگاتے ہیں

زمیں تو پھر زمیں ہے آسماں کے چاند کو دیکھو
ابھی تک اس میں انگلی کے اشارے جگمگاتے ہیں

نبیؐ پاک اور اصحابؓ کی محفل کا کیا کہنا
کہ جیسے چاند ہے اور گرد تارے جگمگاتے ہیں

غلامِ سرورؐ عالم کی یہ ادنیٰ کرامت ہے
کہ طوفانِ حوادث میں کنارے جگمگاتے ہیں

خیالوں کی بلندی ہے کہ معراجِ تصور ہے
نگاہوں میں مدینے کے نظارے جگمگاتے ہیں

یہ مانا روسیہ عاصی ہے پھر بھی دیکھ لے دنیا
کہ کیسے اس کی قسمت کے ستارے جگمگاتے ہیں

شمع رسالت

فاراں کی بلندی پر روشن جب شمعِ رسالت ہوتی ہے
خورشید سے بڑھکر تابانی ذروں کو عنایت ہوتی ہے

جب ان کی نگاہِ لطف و کرم مائل بہ عنایت ہوتی ہے
گلہائے جناں سے افزوں تر کانٹوں میں لطافت ہوتی ہے

یہ ان کا کرم ہے ورنہ یہاں جبریلؑ کے بھی پر جلتے ہیں
مضمون میں نعتِ سرور کے کچھ ایسی نزاکت ہوتی ہے

لائی ہے صبا پیغامِ طلب جانا ہے مگر ہے جائے ادب
لرزاں ہیں قدم دل ہے ترساں رہ رہ کے ندامت ہوتی ہے

جبتک نہ بلائیں وہ خود ہی ہو جائے حضوری ناممکن
جاتے ہیں وہی جن پر ان کی اک خاص عنایت ہوتی ہے

یہ نالۂ پرغم نیم شبی تسکین کا باعث ہے تو مگر "
کہتا ہے ادب خاموش رہو اسمیں بھی شکایت ہوتی ہے

محشر میں کہیں جبریلؑ امین آخر ہے تو عارف کیوں غمگین
وہ شافعِ محشر آپہونچے لے تیری شفاعت ہوتی ہے

جوارِ رحمت

(مندرجہ ذیل اشعار مسجد نبوی میں چاندنی رات میں گنبد خضرا کا پُر نور منظر دیکھ کر کہے گئے)

ذرہ ذرہ نگارِ رحمت ہے
کتنا پیارا دیارِ رحمت ہے
ابرِ رحمت بہارِ رحمت ہے
ان کا در جو بہارِ رحمت ہے
عاصیوں کے لئے خدا شاہد
سبز گنبد کنارِ رحمت ہے
دیکھ سکتا ہے کورِ باطن بھی
ساتھ ہی جانثارِ رحمت ہے
جس سے اسلام کو ملی قوت
کیسا وہ ہمکنارِ رحمت ہے
عرش والے جسے ترستے ہیں
فرش پر وہ مزارِ رحمت ہے
عارفِ روسیہ کو قسمت سے
آج حاصل جوارِ رحمت ہے

شہِ بطحا

شہِ بطحا شبِ اسریٰ میں کیا جانے کہاں پہونچے
زمیں سے تا فلک پہونچے مکاں سے لامکاں پہونچے

وہاں تک ان کی نعلین مبارک کی رسائی ہے
جہاں جبریلؑ کا ممکن نہیں وہم و گماں پہونچے

فتوحاتِ صحابہؓ پر زمانہ محوِ حیرت ہے
قدم لینے زہے فتح مبیں آئی جہاں پہونچے

اٹھایا رحمتوں نے جھوم کر آغوش میں اس کو
وہ خود جس کی شفاعت کے لئے گریہ کناں پہونچے

زمینِ پاکِ طیبہ کی بلندی کوئی کیا جانے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے جہاں تک کچھ گماں پہونچے

وہ طیبہ پھر ہے طیبہ اس کے کانٹوں میں وہ رونق ہے
نہ جن کو صبحِ فصلِ گل نہ شامِ گلستاں پہونچے

وہاں کے ذرّہ ذرّہ میں قیامت کی ہے تابانی
یہ تارے پھر ہیں تارے چاند سورج بھی کہاں پہونچے

حضوری ہو تو عارف پوچھ لینا یہ کہ محشر میں
خدارا آپؐ فرمادیں یہ دیوانہ کہاں پہونچے

ادب گاہ دلِ روح الامینؑ

مدینہ کی زمیں کتنی حسیں معلوم ہوتی ہے
درخشاں ذرّے ذرّے کی جبیں معلوم ہوتی ہے

تعالیٰ اللہ وہ محراب بروئے شہ بطحا
ادب گاہِ دلِ روح الامیںؑ معلوم ہوتی ہے

تجلّی طور کی برحق مگر میری نگاہوں میں
تجلّی جس کو کہتے ہیں یہیں معلوم ہوتی ہے

جبینِ پاک ہے لوحِ جبینِ حسنِ یکتائی
نگاہِ لطف، کوثر آفریں معلوم ہوتی ہے

زمینِ خوابگاہِ شہ زمیں ہو کر بھی اے ہمدم
فلک کا ذکر کیا عرشِ بریں معلوم ہوتی ہے

ضیائے شمعِ فاراں سے منور ہے جہاں سارا
کرن وادیٔ سینا کی کہیں معلوم ہوتی ہے

نبیؐ پاک اور اصحابؓ کی تاریخ کیا کہنا
بیانِ آیۂ فتحِ مبیں معلوم ہوتی ہے

دمِ رخصت نظر حسرت سے پڑتی ہے جو جالی پر
خدا شاہد نگاہِ واپسیں معلوم ہوتی ہے

خدایا بھیج دے دنیا میں پھر فاروقِ اعظمؓ کو
دگرگوں حالتِ دینِ مبیں معلوم ہوتی ہے

صحابہؓ کی محبت نے دکھایا یہ اثر عارف
میری مشتاق اب خلدِ بریں معلوم ہوتی ہے

بہاریں دیکھتا ہوں رقص فرما ہر طرف عارف
فضا طیبہ کی دلکش دلنشیں معلوم ہوتی ہے

بے نیازِ زندگی

مطرب بھی چھیڑ دے اسطرح سازِ زندگی
نغمۂ نعتِ نبیؐ بن جائے رازِ زندگی

زندگی طیبہ کی ہے دراصل نازِ زندگی
مرنے والے ہیں وہاں کے سرفرازِ زندگی

ان کی مرضی پر چلیں مٹ جائیں انکی راہ میں
جب حقیقت بن سکے گی یہ مجازِ زندگی

سن لیا ان کی شبیہ پاک ہوگی قبر میں
موت سے ہے پیار ہوں میں بے نیازِ زندگی

سمتِ کعبہ رخ رہے دل سبز گنبد کی طرف
ختم ہو اس طرح یارب یہ نمازِ زندگی

موت آنی ہے تو پھر طیبہ میں آنی چاہیئے
وہ نیازِ زندگی ہے یہ ہے نازِ زندگی

گریۂ پیہم نے رکھ لی لاج عارفؔ حشر میں
مرحبا صد مرحبا سوزو گدازِ زندگی

فیضِ دوام

جو خدا کے نام کی شاخ ہے وہ رسولِ پاک کا نام ہے
وہ حبیبِ داورِ حشر ہے، وہ شفیعِ روزِ قیام ہے

جسے حق نے بخشی ہے سروری جو رسولوں کا بھی امام ہے
کریں رشک جس پہ ملائکہ وہ انھیں کے در کا غلام ہے

وہ ادائے شانِ پیمبری وہ کمالِ جلوۂ دلبری
کہ خدا کا جن پہ درود ہے کہ خدا کا جن پہ سلام ہے

جو نظر اٹھے تو بہار ہے جو پھرے نظر تو یہ ہے خزاں
وہی جانِ عالمِ کون کی وہی ابرِ رحمتِ عام ہے

وہ ہے کون عالمِ کون میں نہیں جس پر ان کا کرم رہا
یہ جہاں کیا وہ جہاں کیا یہ انھیں کا فیضِ دوام ہے

بخدا خدا تو نہیں ہیں وہ مگر ان پہ حق کا وہ پیار ہے
جہاں وہم بھی نہ پہنچ سکے وہ بلند ان کا مقام ہے

نہ کرم کریں شہ دوسرا لکھے نعت کوئی مجال کیا
یہ عطائے نعتِ حضور ہے کہ یہ رشکِ انام ہے

دیارِ رسولؐ

(بوقت روانگی درمیان مکہ و مدینہ پاک ۲۱ رشوال ۱۳۸۲ھ ۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء)

چلا جو قافلہ اپنا سوئے دیارِ رسولؐ — نظر میں اپنی سمانے لگا جوارِ رسولؐ

خوشا نصیب جنھیں مل گیا جوارِ رسولؐ — خدا کا دامنِ الطاف ہے دیارِ رسولؐ

یہاں کے خار و خشک بھی مجھے گلِ تر ہیں — جھلک رہی ہے ہر اک خار میں بہارِ رسولؐ

یہ سنگ ریزے یہ مٹی یہ ریت کے تودے — کبھی دثار بنے ہیں کبھی شعارِ رسولؐ

کہو فرشتوں سے دیکھیں مرے مقدر کو — کہ میں ہوں راہِ مدینہ ہو اور غبارِ رسولؐ

مجھے نہ روکے گا رضوان دخولِ جنت سے — جو میرے چہرے پہ ہو غازۂ غبارِ رسولؐ

رہینِ بادہ و صہبا مرا خمار نہیں — مرا خمار حقیقت میں ہے خمارِ رسولؐ

یہ کوہ و دشت یہ پودے ہرے ببولوں کے — مری نظر میں ہیں سب شاہدِ وقارِ رسولؐ

ترے حبیبؐ کا عارف ہے روسیاہ ذلیل

اسے بھی بہرِ کرم، رحمتِ جوارِ رسولؐ

عرش سے بھی افضل

(مسجد حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، دوشنبہ ۲۸ رشوال ۱۳۸۲ھ ۲۵ رمارچ ۱۹۶۳ء)

ترے فضل ہی سے پہنچا، یہ ذلیل یہ کمینہ
یہ ترا کرم ہے مولیٰ! کہاں میں کہاں مدینہ

یہیں زندگی گزاروں یہیں موت مجھکو آئے
یہاں مر کے خاک ہونا یہی اصل میں ہے جینا

تری خاکِ پاکِ مرقد، جو ہے عرش سے بھی افضل
یہی رحمتوں کا مرکز، یہی زیست کا خزینہ

مرے ناخدا خدارا ذرا لطف کی نظر ہو
کہ بھنور میں آ پھنسا ہے تری قوم کا سفینہ

ترا مرقدِ مبارک، ترا سبز سبز گنبد
یہ خدا کی خاص رحمت، یہ خدا رسی کا زینہ

یہ مدینہ مبارک، یہ دیارِ فخرِ عالم
جو ہے کائنات خاتم، تو ہے اس کا یہ نگینہ

ذرا دیکھئے مقدر کہ حرم ہے اور عارف
کہے نعت وہ کہ جس کو نہیں کہنے کا قرینہ

رحمت کونین

ذرہ ذرہ کوئے طیبہ کا ہے تاباں آج بھی
عالمِ امکاں میں ہے جس سے چراغاں آج بھی

رحمتِ کونین ہیں محبوبِ رحماں آج بھی
جو ہوئے انکے وہ ہیں مطلوبِ یزداں آج بھی

وادیٔ سینا کی مشعل مدتوں سے ہے خموش
ہے ضیا بخشِ دو عالم مہرِ فاراں آج بھی

گل بداماں موسمِ گل ہے تو اسمیں کیا کمال
ہے خزاں طیبہ کی صد رشکِ بہاراں آج بھی

آج جب ملتی نہیں دنیا میں بیکس کو پناہ
ہے پناہِ بیکساں حضرتؐ کا داماں آج بھی

سارے عالم پر گھٹائیں غم کی ہیں چھائی ہوئی
گنبدِ خضرا میں ہے تسکیں کا ساماں آج بھی

اے مکینِ گنبدِ خضرا خدارا اک نظر
کفر ہے شانِ خدا ایماں پہ خنداں آج بھی

خاکِ پاکِ لحدِ اقدس عرشِ اعظم سے بلند
وادیٔ طیبہ ہے صد جنت بداماں آج بھی

وہ نگاہیں پھیر لیں آجائے دم بھر میں خزاں
ان کی چشمِ لطف ہے جانِ بہاراں آج بھی

ان کی ہر موجِ تبسم اب بھی ہے جانِ چمن
گل کھلاتا ہے انھیں کا روئے خنداں آج بھی

جوشِ فصلِ گل میں ہیں دشت و چمن سب لالہ زار
میرا گلشن رحمتِ عالم ہے ویراں آج بھی

نام پر مزدور و مفلس کے حکومت بن گئی
مفلس و مزدور ہی لیکن پریشاں آج بھی

آج دنیا میں سکوں ڈھونڈھے نہیں ملتا کہیں
ایک ان کے در پہ ہے تسکیں کا ساماں آج بھی

تنگ ظرفوں کی حکومت ہے جو دنیا تنگ ہے
زندہ ہے دستورِ الطافِ فراواں آج بھی

کاش عارف کوئی دنیا کو یہ پہنچائے پیام
گنبدِ خضرا ہے ماوائے غریباں آج بھی

حق سے ٹکر لیکے باطل اب بھی مٹ ہی جائیگا
ہے خدا مسلم کا عارف خود نگہباں آج بھی

نعتِ نبیؐ

زمینِ پاکِ طیبہ کیا بھلی معلوم ہوتی ہے
کہ ہر ذرے میں روحِ زندگی معلوم ہوتی ہے

ترانہ نعت کا پھر چھیڑ دے رنگیں نوا مطرب
محبت کی تڑپ دل میں دبی معلوم ہوتی ہے

ٹھہر جا اے نگاہِ شوق گستاخی نہ ہو جائے
نظر کے سامنے ان کی گلی معلوم ہوتی ہے

قدومِ پاک نے بخشا تھا کب فخرِ قدمبوسی
سرِ فاراں ابھی تک روشنی معلوم ہوتی ہے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ پا چکا ہے فیضِ پابوسی
یونہی اتنی سرزمیں دلکشی معلوم ہوتی ہے

بنا تھا خوابگاہِ ناز کب گھر اُمِّ ہانی کا
مگر آنگن میں اب تک چاندنی معلوم ہوتی ہے

صحابہؓ کا کبھی ذکرِ پاک ہو جب نعتِ سرورؐ میں
تو کاملِ لذتِ نعتِ نبیؐ معلوم ہوتی ہے

پڑا ہے جب سے عارف سبز گنبد کا حسیں پرتو
گیاہِ خشکِ طیبہ بھی ہری معلوم ہوتی ہے

بارگاہ نور

سازِ دل پر نغمۂ نعتِ پیمبر گائے جا
عشق کے آتشکدے کو اور بھی گرمائے جا
تجھکو گزرانی ہے ڈالی بارگاہِ نور میں
لولوئے ناسُفتہ چشمِ خونچکاں برسائے جا

ہجر کی تاریک راتیں اس پہ یہ غم کی گھٹا
اپنی کرنوں سے اسے ماہِ مبیں چمکائے جا
جانیوالے جا چکے طیبہ کو ہم دیکھا کئے
اے خوشا ذوقِ طلب تڑپا نا ہے تڑپائے جا

دلِ ناکامی اُلجھ کر رہ گئے تارِ حیات
سبز گنبد کے مکیں سلجھائے جا سلجھائے جا
تیرا دل اور ان کا غم یہ بھی تو ہے انکا کرم
ہو مبارک تجھ کو عارف شوق سے غم کھائے جا

شانِ حضرتِ صدیقِ اکبرؓ

مندرجہ ذیل نظم آل انڈیا مدحِ صحابہؓ مشاعرہ منعقدہ لکھنؤ ۱۹۴۵ء میں امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں پڑھی گئی۔

جب حرا سے وہ حبیبِ کردگار آنے لگا
سب سے پہلے کس کو ان پر اعتبار آنے لگا

لب پہ جب ذکرِ وفائے یارِ غار آنے لگا
خلق کیا خالق کو بھی ان پر پیار آنے لگا

دوش پر بارِ نبوت لیکے نکلے جس گھڑی
جانشینی کا بہت کچھ اعتبار آنے لگا

اللہ اللہ عظمتِ صدیقؓ کیا کہنا ترا
کس کے لب پر خیرِ امت بار بار آنے لگا

کون بن سکتا ہے ہمسر حضرتِ صدیقؓ کا
مدح میں جن کی کلامِ کردگار آنے لگا

نام نامی لے کے ان کا جانچ لو ایمان کو
کس کا دل روشن ہوا کس پر غبار آنے لگا

اے امامِ اہلسنت رحمتیں تجھ پر نثار
تیرے دم سے لب پہ ذکرِ چار یار آنے لگا

ساقیِ سنت کی ملے آنکھیں نگاہوں کے طفیل
روحِ عارف میں بھی کچھ کچھ اب خمار آنے لگا

قطعات

★

●

یہ کیا جانیں نواہائے مئے و بربط کے مستانے
کہ تلواروں کی جھنکاروں پہ سر دھنتے ہیں دیوانے
تہی دستوں کی بستی میں سکونِ دل کے سائل ہیں
بسا دیتے ہیں جو اجڑی ہوئی روحوں کے ویرانے

●

جہاں ہنسی بھی آتی ہے جہاں ہانی بھی آتی ہے
ہمیں ان سنگ باروں پر گل افشانی بھی آتی ہے
ہراساں ہونے والے پست ہمت اور ہی ہوں گے
جواں ہمت ہیں ہم کو خندہ پیشانی بھی آتی ہے

●

نہ بہار ہی کو دوام ہے نہ خزاں کا دور ہے مستقل
کسی اور کے آگے میں سرنگوں نہ خزاں نہ فصلِ بہار بھی
اسی مردِ حق کا یہ حق سمجھ کہ نہ پھیر دیگا ہوا کا رخ
وہ بیاں کرے سرِ بزم جو وہی کہہ سکے سرِ دار بھی

●

قیامت ہے کہ جورِ باغباں سے کل جو نالاں تھے
مگر اب وہ تو مانوسِ گلستاں ہوتے جاتے ہیں
زمانہ جنکی حق گوئی و بیباکی کا شاہد ہے
وہی مردانِ حق حق سے گریزاں ہوتے جاتے ہیں

ہر خزاں ہر بہار رحمت ہے
گل بھی رحمت ہے خار رحمت ہے
اللہ اللہ دیارِ نبوی میں
ہر طرف بے شمار رحمت ہے

ہاں یہ سچ ہے آج گلشن میں کہیں تسکیں نہیں
ہر گل و غنچہ ہے غمگیں ہر شجر اندوہگیں!
پھر بھی کر سکتا ہے شیخ و برہمن کا اتحاد
سرزمینِ ہند کو دنیا کی فردوسِ بریں

کچھ خارِ مغیلاں ہیں کچھ ریگِ بیاباں ہے
وادیٔ محبت کا یہ رشکِ گلستاں ہے
یا گریۂ شبنم ہے یا یہ گلِ خنداں ہے
یہ عشق و محبت کبھی کیا خوابِ پریشاں ہے

ہم نے سینچا ہے اپنے خوں سے چمن
پتہ پتہ سے آشکارا ہے
نیتِ باغباں درست نہیں
ورنہ گلشن پہ حق ہمارا ہے

وادیٔ دل نشیں نظر آئی!
کتنی دلکش حسیں نظر آئی!
عرش والے جسے ترستے ہیں!
فرش پر وہ زمیں نظر آئی!

سرخیٔ وفا

کسی کی یاد کو ہم درد کی دوا سمجھے
غمِ فراق کو جینے کا آسرا سمجھے

شکن جبینِ شگفتہ کی کوئی کیا سمجھے
نصیب ورا سے تقدیر کا لکھا سمجھے

خزاں بدوش بہاروں پہ ریجھنے والے
قفس نصیب کی قسمت کا فیصلہ سمجھے

نفس کی آمد و شد جس پہ ہے مدارِ حیات
ہم اس کو آپ کے دامن کی اِک ہوا سمجھے

جھلک رہا ہے مرا خوں جو لالہ و گل میں
چمن شناس اسے سرخیٔ وفا سمجھے

تری نگاہِ محبت کو ہم خدا کی قسم
خدا سمجھ نہ سکے پھر بھی ناخدا سمجھے

مقامِ عشق کی یہ رفعتیں معاذ اللہ
جنھیں نہ رند، نہ واعظ، نہ پارسا سمجھے

سرورِ عشق نے مدہوش کر دیا عارفؔ
حیات و موت کے جھگڑے مری بلا سمجھے

رنگِ گلستاں

بہا کر خونِ دل بدلا ہے رنگِ گلستاں ہم نے
سکھائی عندلیبوں کو نئی طرزِ فغاں ہم نے

قفس صیاد بجلی کیا فضا تک دشمنِ جاں تھی
بہار آتے ہی پھر بھی رکھ دی طرحِ آشیاں ہم نے

بہت تاخیر سے اغیار رستے میں ملے آکر
بڑھایا تھا اکیلے سوئے منزل کارواں ہم نے

ہماری سادہ لوحی پر زمانہ محوِ حیرت ہے
بہارِ گلستاں کر دی نصیبِ دشمناں ہم نے

زمانہ کیا وہ خود بھی گوش بر آواز ہو جاتے
کبھی چھیڑی نہیں اپنی زباں سے داستاں ہم نے

خدا کی شان وہ مسکین سمجھیں بے زباں ہم کو
کہ جن پر رحم کھا کر مفت بخشی تھی زباں ہم نے

جہانِ رنگ و بو میں کوئی تم کو جانتا بھی تھا
خوشا جوشِ جنوں جس سے بنا دی داستاں ہم نے

فقیہانِ حرم زندوں کے رتبہ کو تو پہچانیں
وہیں پر بنگیا کعبہ جبیں رکھدی جہاں ہم نے

وہی کرتے ہیں عارف آج بیرونِ چمن ہم کو
چمن میں جن کی خاطر کیں چمن آرائیاں ہم نے

عشق سراپا

مژگاں پہ کسی کے جو موتی سا فروزاں ہے
یہ نجمِ درخشاں ہے یا لعلِ بدخشاں ہے

اپنوں نے کیا سب کچھ غیروں کی شکایت کیا
مسلی ہوئی کلیاں ہیں اجڑا سا گلستاں ہے

قسمت سے یہاں آ کر اک ایسا چمن دیکھا
نادیدہ خزاں جس کی، ہر فصل بہاراں ہے

کچھ حسرت و ارماں ہیں، کچھ اشکِ ندامت بھی
عشاق کی جھولی میں یہ ساز، یہ ساماں ہے

اس حج و زیارت کو رندوں نے یہی سمجھا
وہ عشق سراپا ہے، یہ حسنِ بداماں ہے

رمزِ مئے الفت جو عارف ہے محبت کا
اغیار کی محفل میں وہ سر بگریباں ہے

(۹ رمئی سنہ ۱۹۶۳ء سفارت خانہ ہند مکہ معظمہ)

غمِ سود و زیاں

جو آسکتی نہیں شرح و بیاں میں
کشش وہ تھی کبھی میری اذاں میں

کسک ہوتی ہے جب قلبِ تپاں میں
مزا ملتا ہے سعیٔ رائیگاں میں

میں کیوں دیر و حرم کی خاک چھانوں
کمی کیا ہے درِ پیرِ مغاں میں

نہیں تھا جورِ گلچیں میں بھی وہ رنگ
جو دیکھا آہ، لطفِ باغباں میں

گریں گی بجلیاں صحنِ چمن میں
ہیں دو تنکے بھی جبتک آشیاں میں

مجھے پیاری ہے یوں اپنی کہانی
کہ نام ان کا بھی ہے اس داستاں میں

ٹھہر جاتی تھی نبضِ چرخِ گردوں
اثر وہ تھا کبھی اپنی فغاں میں

جنوں منزل پہ جا پہونچا مگر عقل
ابھی الجھی ہے بحثِ این و آں میں

مذاقِ عشق ناصح ؟ توبہ توبہ
جو مرتا ہے غمِ سود و زیاں میں

کہاں ہے تو بتا اے حسنِ فطرت
تجھے ڈھونڈھا بہت دونوں جہاں میں

کہیں عارفؔ تو کس سے رازِ الفت
کہ ہے قحطِ خلوصِ دل جہاں میں

جہانِ رنگ و بو

تصور سے جو اسکی شان کو بالا سمجھتے ہیں
جہانِ رنگ و بو کو وہم کا پردا سمجھتے ہیں

جو کچھ شانِ فروغِ شعلۂ سینا سمجھتے ہیں
وہ ایسے جلوۂ عریاں کو خود پردا سمجھتے ہیں

کہاں لے جائے دیکھو ان کو ان کی گرم رفتاری
نہ اپنی جو کوئی منزل کوئی جادہ سمجھتے ہیں

وہ کیا جانے نزاعِ دیر و کعبہ میں جو الجھے ہیں
مقامِ یار تو کچھ اہل دل اچھا سمجھتے ہیں

ہیں فرش و عرش کی باتیں، مگر یہ خاک کے پتلے
بفیضانِ بصیرت رازِ اَوْ اَدْنیٰ سمجھتے ہیں

محبت تو نے ہمکو بھی یہ کیسا کیف بخشا ہے
جنوں کہتے ہیں سب جس کو جسے سودا سمجھتے ہیں

کبھی رندوں نے تھوڑی سی بھی پی لی چشم ساقی سے
تو پھر قدموں تلے وہ گنبدِ مینا سمجھتے ہیں

نگاہِ مہر سے جب لو لگی نادان پھولوں کی
تو پھر شبنم کے قطرہ کو بھی وہ شعلہ سمجھتے ہیں

جدھر اب کارواں دنیا کا ہے گرم سفر عارف
ہم اس منزل کو منزل کا حسین دھوکا سمجھتے ہیں

منزلِ لَا اِلٰہ

عشق ہی راہبر ہوا، عقل تھی اشتباہ تھی
لے کے جنوں پہنچ گیا، حسن کی بارگاہ میں
روح الامیںؑ کا حوصلہ، ہو گیا پست راہ میں
عشق ہی باریاب تھا، حسن کی جلوہ گاہ میں
پردۂ حسن کی نمود، سارا جہانِ ہست و بود
کون و مکاں کا کیا وجود، منزلِ لا اِلٰہ میں
کون و مکاں سے ماورا پہونچی نگاہِ حق رسا
شرک الجھ کے رہ گیا، پردۂ مہر و ماہ میں
ہو جو جنوں ہی رہنما، فکر و نظر کا کام کیا
ہوش و خرد مٹا کے آ، عشق کی بارگاہ میں
حدِ تعینات سے آگے ذرا قدم بڑھا
دیر و حرم کا مرحلہ، چھوڑ طلب کی راہ میں
عارفِ تشنۂ ذلیل، بھول نہ گلشنِ خلیل
آتشِ عقل بجھ گئی، عشق کی ایک آہ میں

آرزوئے پرستش

آپ روٹھے ناحق سن کے مسکرانا تھا
یہ کوئی حقیقت تھی، یہ تو اک فسانا تھا

ساقیا بہاریں تھیں وقت بھی سہانا تھا
جامِ چشمِ میگوں سے آج تو پلانا تھا

آپ ہی ذرا سوچیں اپنے مسکرانے کو
حسن کی نمائش تھی عشق کا بہانا تھا

اک عجیب عالم تھا عشق بھی نہ تھا جبدم
حسن تھا زمانے میں حسن کا زمانہ تھا

قصۂ غمِ الفت ہم عبث سناتے کیوں
اپنی اس کہانی میں آپ کا فسانا تھا

دل کو اب یہ دھڑکا ہے خیر ہو گلستاں کی
برق جس سے لرزاں تھی اپنا آشیانا تھا

وہ جو آگئے عارف رنج مٹ گیا سارا
آرزوئے پرستش تھی درد کا بہانا تھا

چشمِ ساقی

خِرد کے سامنے ہر گام پر مشکل مقام آیا
جنوں ہی کچھ طریقِ عشق میں آیا تو کام آیا

شفق کی شکل میں خونِ شہیداں وقت شام آیا
قیامت آئی، یا وہ فتنہ گر بالائے بام آیا

وہ میخانہ بدوش اٹھیں گھٹائیں اودی اودی سی
مری توبہ کی یارب خیر وہ گردش میں جام آیا

نگاہیں جانبِ کعبہ ہیں دل ہے سُوئے بتخانہ
رہِ اُلفت میں رہرو کے لئے نازک مقام آیا

نہ گرتے رند سجدے میں تو کیا کرتے، کہاں جاتے
خدا ئے میکدہ جب لیکے خود مینا و جام آیا

گلے ملکر گلوں سے بے سبب روئی نہیں بلبل
خزاں کا موسمِ گل، ہو نہو لیکر پیام آیا

مئے و مینا و خم سو بار صدقے چشمِ ساقی پر
میں عارفؔ لے پڑے ہی میکدے سے شاد کام آیا

طریقِ عشق

جنھیں ازل سے محبت کی روشنی نہ ملی
پہنچ کے چاند پہ بھی ان کو چاندنی نہ ملی

وہ بدنصیب جو محرومِ سوزِ عشق رہا
خدا گواہ اُسے حق سے آگہی نہ ملی

جو راہِ عشق و محبت میں جان دے نہ سکے
فریبِ زیست ملا ان کو زندگی نہ ملی

جنوں کو چھوڑ خرد کی جو رہبری میں چلے
بھٹکتے ہی رہے منزل کی راہ بھی نہ ملی

جو سر کٹانے سے کترائے راہِ الفت میں
انھیں جہانِ محبت میں سروری نہ ملی

یہ فصلِ گل ہے یہ چمن، یہ خزاں بدوشِ بہار
کوئی کلی بھی چمن کی مجھے کھِلی نہ ملی

الجھ کے رہ گئے دیر و حرم میں وہ جن کو
طریقِ عشق میں عارفؔ کی رہبری نہ ملی

شمعِ گریاں

فطرتِ عشق ہے بیگانگی ارمانوں سے
بے سبب ہو گئے بیزار یہ اب اجالوں سے
رات بھر روتی ہے کیوں گنجِ شہیداں کے قریب
ڈھونڈھتا ہے تو قدم حدِ تعین سے بڑھا
رات بھر وعدے ترے عہد شکن یاد آئے
دل برباد کی عظمت کو کوئی کیا جانے
کعبہ والوں سے جو پوچھا تو ندا یہ آئی
لالہ و گل کے حجابات میں چھپتے ہیں چھپیں
بے نیازانہ جنوں چل دیا صحرا کیطرف

ہمکو شکوہ ہے نہ اپنوں سے نہ بیگانوں سے
شمع گریاں نے کہا کچھ تو ہے پروانوں سے
رابطہ اگر کوئی نہ تھا شمع کو پروانوں سے
ان کا رستہ ہے مساجد سے نہ بتخانوں سے
دل بہلتا رہا ٹوٹے ہوئے پیمانوں سے
راہِ حق ملتی ہے اکثر انھیں ویرانوں سے
ملتی ہے انکی گلی دل کے صنم خانوں سے
ہم انھیں ڈھونڈ ہی لائینگے بیابانوں سے
عقل الجھی ہے درِ یار کے دربانوں سے

عشق ہے حاصلِ امکانِ وجود اے عارف
ایک افسانہ بنا کتنے ہی عنوانوں سے

نظر کی آزمائش ہے

جہانِ رنگ و بو میں چشمِ تر کی آزمائش ہے
جگر کا امتحاں خونِ جگر کی آزمائش ہے

وہ مشکیں کاکلیں وہ آئینہ تاباں چاند سا چہرہ
شبِ تاریک میں نورِ سحر کی آزمائش ہے

حجابوں میں نہاں جلوہ ہر اک شے سے عیاں جلوہ
جنونِ عشق کے ذوقِ نظر کی آزمائش ہے

نگارستاں بنا ہے گوشہ گوشہ بزمِ عالم کا
کہاں کا حسن اب حسنِ نظر کی آزمائش ہے

وہ عقبیٰ ہے جہاں انساں کو کچھ حاصل سکوں ہوگا
یہ دنیا ہے یہاں کارِ بشر کی آزمائش ہے

نہ شیشہ کی نہ ساغر کی نہ صہبا کی نہ ساقی کی
ہمیں اُن مست آنکھوں کے اثر کی آزمائش ہے

شہیدانِ چمن نے خون سے سینچا ہے گلشن کو
مگر اب باغبانوں کے ہنر کی آزمائش ہے

قفس کی تیلیاں ٹوٹی تو ہیں زورِ مقدر سے
اسیرانِ قفس اب بال و پر کی آزمائش ہے

حدودِ حسن تک عارف تھی بحثِ زلف و آئینہ
مقامِ عشق میں آئینہ گر کی آزمائش ہے

عارفِ بادہ خوار

اجڑے چمن میں آئیگی روٹھی ہوئی بہار کیا
بادِ صبا سنائیگی مژدۂ وصلِ یار کیا
سوکھے ہوئے ہیں زخمِ دل سبزۂ لالہ زار کیا
خوگرِ غم کیواسطے کیسی خزاں بہار کیا
ڈالی نظر تو پھول تھے پھیری نظر تو خار سب
ایسی نظر کے سامنے گردشِ روزگار کیا
تیرے منچلے کہیں نظمِ جہاں الٹ نہ دیں
جوشِ جنوں کے سامنے گردشِ روزگار کیا
اہلِ چمن اجاڑ کر اپنا چمن ہیں شادماں
ایسے چمن میں ہمنشیں آئیگی پھر بہار کیا
صدیوں اُجڑ اجڑ گئے پھر بستا رہا مرا چمن
میری نظر کے سامنے فتنۂ روزگار کیا
کوئی بھی جسے اجاڑ دے اپنا تو آشیاں نہیں
ورنہ نگاہِ باغباں تیرا تو اعتبار کیا
محفلِ حسن و میکدہ دونوں ہی سوگوار ہیں
دیکھو جہاں سے اُٹھ گیا عارفِ بادہ خوار کیا

عشق مقصودِ حیات

دل بھی ہم سے تنگ ہے بیزار و نالاں دل سے ہم
اک قیامت لیکے اٹھے ہیں تیری محفل سے ہم

خوگرِ آلام ہیں طوفاں سے گھبراتے نہیں
دور ہی رکھتے ہیں کشتی دامنِ ساحل سے ہم

حسن اک منزل ہے لیکن عشق کی منزل نہیں
پوچھتے ہیں راستہ بڑھ بڑھ کے ہر منزل سے ہم

حسن ہی ہے اصل یا ہے عشق مقصودِ حیات
حل کرینگے یہ معمہ آج اہلِ دل سے ہم

کسقدر پر کیف وہ منزل تھی راہِ عشق کی
انکے کوچہ میں پھرا کرتے تھے جب سائل سے ہم

تیرا اے محمل نشیں سارا بھرم جاتا رہا
پاتے تھے کس درجہ تسکین پردۂ محمل سے ہم

اللہ اللہ سادگی عشق بھی کیا چیز ہے
آرزوئے لطف دیں رکھتے ہیں قاتل سے ہم

میکدہ بردوش جب گردوں پہ چھا جائے گھٹا
پوچھنے جائیں گے توبہ مفتیٔ کامل سے ہم

عشق کی منزل کہاں دھوکا ہے خضرِ راہ کو
دیکھتے ہیں روز منزل بڑھ کے ہر منزل سے ہم

عشق خود رہرو ہے خود رہبر ہے خود منزل بھی ہے
کس لئے الجھے ہوئے ہیں ناقہ و محمل سے ہم

نزع میں بالیں پہ آئے وعدہ پورا کر دیا
شکر بر لب جا رہے ہیں سعیٔ لاحاصل سے ہم

میکدہ برباد مینا سرنگوں ساقی خموش
اور کیا سمجھیں گے اس آزادیٔ کامل سے ہم

گر نظر آتی نہ ہمیں انکے عارض کی جھلک
کیوں گلے ملتے لپک کر خنجرِ قاتل سے ہم

نذر کر کے ان کے پائے ناز پر جانِ حزیں
کامراں جاتے ہیں عارف کوچۂ قاتل سے ہم

دیر و کعبہ

سوئے کعبہ اور بت خانے کے بعد
اور کچھ واعظ کے سمجھانے کے بعد

فصلِ گل میں بھی چمن ویران ہے
تیری نظریں مجھ سے پھر جانے کے بعد

توبہ توبہ مئے سے توبہ رند کی
اور پھر کالی گھٹا چھا جانے کے بعد

ہو گئی پیدا سکوں کی ایک شکل
آرزو کے خون ہو جانے کے بعد

کھوئی کھوئی سی ہے دنیا آجکل
ایک اپنے دل کے کھو جانے کے بعد

منزلِ مقصود آئے گی نظر
دیر و کعبہ سے گذر جانے کے بعد

سامنے وہ آ گئے خود بے حجاب
زندگی کا پردہ اٹھ جانے کے بعد

آپ کی محفل بھی سونی ہو گئی
آپ کے عارفؔ کے اٹھ جانے کے بعد

ضبطِ تمنّا

غرض نا آشنا دیوانگی فرزانہ کیا جانے
مگس صیدِ ہوس سوزِ دلِ پروانہ کیا جانے

یہ مانا آپ کے دامن کا بھی چھونا ہی گستاخی
مگر ضبطِ تمنا جرأتِ رندانہ کیا جانے

وہ ناداں رقصِ بسمل کو تماشا ہی سمجھتا ہے
مرا عالم شعورِ حسن معصومانہ کیا جانے

شبِ تاریک تنہائی، غمِ ہجراں معاذاللہ
مرا دکھ درد وہ حسنِ وفا بیگانہ کیا جانے

دلِ پامال کا ہر ایک ذرہ برق ایمن ہے
حرم کی جلوہ آرائی کوئے بتخانہ کیا جانے

طوافِ کعبۂ مینا، بغل ساغر، بکف سرخوش
فقیہہ خشک یہ اندازِ بیباکانہ کیا جانے

نگاہوں کی ڈھلی پیتا ہوں عارف چشمِ ساقی سے
مری مے کوئی کیا سمجھے مرا پیمانہ کیا جانے

دار و رسن کی آبرو

بڑھ گئیں پابندیاں بیرونِ زنداں اور بھی
فصلِ گل میں ہو قضا آتش بداماں اور بھی

اک طرف پرچا کہ رت بدلی ہے آئی ہے بہار
اک طرف بے رنگ ہے رنگِ گلستاں اور بھی

ذکرِ گیسو میں الجھ کر رہ گئے اربابِ فن
ہیں غزل کے خوشنما مضمون و عنواں اور بھی

کارفرما سازشیں اغیار کی ہوں گی مگر
باغباں نے خود اجاڑا ہے گلستاں اور بھی

اب حکومت ہے جہاں میں مفلس و مزدور کی
درحقیقت ہے یہی طبقہ پریشاں اور بھی

موڑ کو منزل سمجھ کر سو گیا نادان کیوں
کچھ سناتا ہے تجھے خونِ شہیداں اور بھی

ہو گئے اغیار مانا آج بیرونِ چمن
ہیں چمن میں دشمنِ فصلِ بہاراں اور بھی

پیر ہو جاتا ہے یلغارِ حوادث میں جواں
جوش میں آئے نہ کیوں خونِ جواناں اور بھی

نوحۂ بربادیٔ گلشن تو بلبل سے سنو
ہیں چمن میں یوں تو کتنے ہی غزلخواں اور بھی

دم سے تھی منصور کے دار و رسن کی آبرو
یوں تو ہیں عارف شہیدِ کوئے جاناں اور بھی

توبہ شکن نظارہ ہے

حسن ہے موج عشق دھارا ہے ‏ — ایک کشتی ہے اک کنارا ہے

حسن کی جان ہیں جو نقش حسین ‏ — عشق ہی نے انھیں ابھارا ہے

توبہ توبہ گھٹا اٹھے نہ پیئوں ‏ — یہ تو فطرت کا خود اشارا ہے

واعظا ترکِ مے معاذ اللہ ‏ — زندگی کا یہی سہارا ہے

اشک موتی ہے تا سرِ مژگاں ‏ — جب گرا آسمان کا تارا ہے

جورِ صیاد، خوفِ برق و شرر ‏ — سب چمن کے لئے گوارا ہے

باغبانِ چمن کی نا اہلی ‏ — پتہ پتہ سے آشکارا ہے

ہم ہیں غدار تم وفا پیکر ‏ — اپنے محسن کو کس نے مارا ہے

بارہا یہ سکوں فضاؤں میں ‏ — تجھ کو جانِ جہاں پکارا ہے

موج تک جا کے روک دی کشتی ‏ — میں یہ سمجھا یہی کنارا ہے

فصلِ گل اور یہ گھٹا عارف
کیسا توبہ شکن نظارہ ہے

اُن کی محفل میں

کوئی محرم نہیں کس کو سنائیں داستاں اپنی
نہ دل اپنا نہ وہ اپنے نہ قابو میں زباں اپنی

نہاں تھا مدتوں سے رازِ الفت دل کے پردے میں
کہیں کیا دے گئی دھوکا یہ چشمِ خونچکاں اپنی

بہار آئی تو ہے جانِ بہاراں دور بیٹھے ہیں
جہاں وہ ہیں وہیں لے جا بہاریں باغباں اپنی

پپیہے اب ذرا سا بھی لہو باقی نہیں دل میں
بہت ہم رو چکے اب روک ظالم پی کہاں اپنی

یہ مرغِ دل بہر صورت تمہارا ہی نشانہ ہے
غلط انداز نظریں کیا کرو سیدھی کماں اپنی

تمہاری بزم تک آئے تو ہیں رودادِ غم کہنے
ہمیں ڈر ہے یہ کوشش بھی نہ جائے رائیگاں اپنی

سنا ہے ہنس رہے ہیں پھول کلیاں مسکراتی ہیں
بدل ڈالیں اسیرانِ قفس طرزِ فغاں اپنی

جبیں پر اب بھی شاید زہد کے آثار باقی ہیں
بچاتا ہے نگاہیں کس لئے پیرِ مغاں اپنی

شہادت کے مبارک ہو لئے تیرا سہارا ہے
خدا معلوم کیا حالت ہو وقتِ امتحاں اپنی

کبھی غمگین افسانہ جو چھیڑا ان کی محفل میں
تو فرمایا چلو چھوڑو بھی عارفؔ داستاں اپنی

مسنون دعائیں

برائے ادائے قرض ایک بار ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا امیر المومنین میں بہت زیادہ قرضدار ہوں آپ نے ایک تھیلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ روپیہ لے جاؤ یا پھر میں تم کو وہ وظیفہ بتا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس کی برکت سے اگر تمہارا قرض پہاڑ کے برابر بھی ہے تو ادا ہو جائیگا اسنے وظیفہ کی درخواست کی آپنے حسب ذیل وظیفہ ارشاد فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۞

برائے آسیب وغیرہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کو آسیب وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے حسب ذیل دعا تعلیم فرمائی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہی دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات حسنین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لئے تعلیم فرمائی ہے چھوٹے بچوں پر تین تین بار صبح وشام دم کر دینا چاہیئے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۞

احسن الاوراد:۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بکثرت وظیفہ پڑھا کرتی تھیں کثرت وظیفہ کا یہ حال تھا کہ انکے چھوٹے سے حجرے میں بیج اسقدر جمع رہا کرتے تھے کہ بیٹھنے کی جگہ نہ رہ گئی تھی یہ ان بیجوں پر مختلف وظائف پڑھا کرتی تھیں ایکبار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اسقدر محنت کرتی ہو مجھے اللہ نے چند کلمے ایسے یاد کرائے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام وظیفے زمین و آسمان عرش و کرسی اور ساری مخلوق ایک پلڑے میں رکھی جائے اور دوسرے پلڑے میں وہ کلمات رکھے جائیں تو دوسرا پلڑا بھاری رہیگا۔ وظیفہ یہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَاءَ نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ ۞

عملِ دافعِ مصیبت

اسماء بنت عمیس رضؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ کو ایسے چند کلمے کیوں نہ بتلادوں جن کو تو مصیبت اور بے چینی کے اوقات میں پڑھ لیا کرے وہ کلمے یہ ہیں:۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا (ابوداؤد)

دشمن سے محفوظ رہنے کا عمل:۔ عبداللہ رضؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ کو کسی قوم یا جماعت سے فتنہ وفساد وشر کا خوف ہوتا تھا تو آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ شُرُوْرِهِمْ (ابوداؤد)

افضل دن جمعہ کا ہے:۔ اوس بن اوس رضؓ نے بیان کیا کہ نبی الاولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے اس روز مجھ پر درود کی زیادتی کیا کرو یعنی کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے رہیں گے لوگوں نے کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے درود آپ پر پیش ہوتے رہیں جبکہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ہڈیاں خاک میں مل جائیں گی تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی زمین ان کے جسموں کو نہیں گلا سکے گی (ابوداؤد)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ ٥

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا سے منع فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے اوپر بددعا نہ کیا کرو اور نہ اپنی اولاد پر نہ اپنے خادموں پر اور نہ اپنے مالوں پر، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا بددعا کرنا ایسی گھڑی واقع ہو جائے جس میں دعا قبول ہوتی ہو (ابوداؤد)